نگارشات متعلقِ شمسؔ

(۱) آسمانِ ادب کا شمسِ نصف النہار

جناب مولانا سید محمد محسن صاحب قبلہ مجتہد

جناب مولانا سید محمد باقر شمسؔ صاحب برصغیر کے سب سے بزرگ علمی و ادبی خاندان کے ممتاز فرد ہیں۔ اس اضافی وصف کے ساتھ وہ خود اپنے ذاتی و علمی و ادبی کمالات کی وجہ سے آسمان ادب کے شمسِ نصف النہار ہیں۔ ان کی علمی و ادبی کاوشیں علماو ادباء سے خراج تحسین حاصل کرچکی ہیں۔ وہ ادیبِ شہیر و ناقدِ بصیر اور مورخ کبیر ہیں۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد سے اسلام پر کیا گزری، اس کا تاریخی مطالعہ جس گہرائی و گیرائی کے ساتھ کیا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ان کے ادبی مضامین رنگا رنگ ہیں۔ وہ ہر طرز کی تحریر پر قدرت رکھتے ہیں اور موصوف نے ایک مضمون شمس العلما مولانا محمد حسین آزاد مرحوم کے رنگ میں تحریر کیا ہے اگر اس مضمون کے ساتھ حضرت شمسؔ کا نام نہ ہوتا تو آزاد مرحوم کے طرزِ نگارش سے واقف حضرات مرحوم ہی کا مضمون سمجھتے۔ ان کو فن شاعری میں ایسا درک ہے کہ نقد و تبصرہ کرتے وقت بڑی شخصیت سے مرعوب نہیں ہوتے۔ وہ تاریخ لکھنؤ کے دائرۃ المعارف ہیں، لکھنؤ کی زبان و تہذیب کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔ خدا ان کو سلامت رکھے!

❁❁❁

(۲) ممتاز عالم دین

جناب علامہ سید رضی جعفر صاحب قبلہ

ملتِ جعفریہ کے ممتاز عالمِ دین، دارالتصنیف کے بانی و سرپرست، خاندان اجتہاد کی عظیم المرتبت شخصیت عالیجناب مولانا محمد باقر شمس صاحب دام مجدہ نہ صرف عظیم الشان خاندانی وجاہت کے مالک ہیں، بلکہ ایک منفرد علمی ہستی اور تخلیقی ذہن رکھنے والی ممتاز شخصیت ہیں۔

آپ خالص علمی و تحقیقی مضامین کو بھی ایسے دلنشیں انداز میں بیان کرنے پر قدرت رکھتے ہیں کہ بات دل کی گہرائیوں میں اترتی چلی جائے اور مضمون شروع کرنے کے بعد جب تک اختتام تک نہ پہنچ جائے، کتاب ہاتھ سے رکھنے کو دل نہ چاہے۔ اور بقول حسین انجم صاحب، مدیر طلوعِ افکار،

> ''زبان کی صفائی، شائستگی اور سلاست، روزمرہ و محاورہ پر قدرت، علم عروض اور معانی و بیان پر مہارت نے ان کی تحریروں میں طنز و مزاح کی بقدرِ ضرورت آمیزش سے چوکھا رنگ اور تیکھا لطف پیدا کر دیا ہے۔

''نگارشاتِ رنگ رنگ'' آپ کے نہایت وقیع مضامین کا مجموعہ اور گلہائے رنگ رنگ کا گنجینہ ہے، جس میں اگر ''وجودِ باری اور فطرتِ انسانی'' ایسے اہم علمی موضوع پر گرانقدر تحقیقی

مقالہ معرفتِ پروردگار سے انسان کو قریب کرتا ہے، تو ''حالی کا سرقہ'' ایسے تنقیدی مضامین بھی ہیں، جو اہل ادب کے لئے بہت سے مخفی اسرار سے پردہ اٹھاتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کا ہر مضمون اربابِ تحقیق کے لئے نہ جانے کس قدر نت نئے گوشوں کو نمایاں کرتا ہے، خصوصاً آپ کی تنقید اس قدر موثر ہوتی ہے اور استدلال کا انداز ایسا منفرد ہے، جس کی داد نہ دینا ناانصافی ہے۔ آپ نے اپنے گرانقدر مقالات ''تحقیق زبان کا فلسفہ''، ''زبان کے مرکز کا فلسفہ''، ''اردو زبان کے مرکز کا مسئلہ''، ''مورد الفاظ کا مسئلہ''، ''متروکات کا مسئلہ'' اور ''عطف واضافت کا مسئلہ'' ایسے خالص لسانیاتی مضامین میں بھی تحقیقات کے دریا بہائے ہیں۔ آپ کے مزاج کا اندازہ اس فقرہ سے ہوسکتا ہے۔

> ''تمسخر، جسے آجکل ظرافت کہا جاتا ہے، ان کی طبیعت میں نہیں تھا۔''

اس فقرہ میں زمانے کی زبوں حالی کا مرثیہ بھی پوشیدہ ہے کہ ہم ابتذال کی اس سطح تک پہنچ چکے ہیں کہ اب تمسخر اور ظرافت میں کوئی فرق نہیں سمجھا جاتا، جو واقعہ تہذیب وثقافت کے حوالہ سے ایک المیہ ہی کہا جاسکتا ہے۔

آپ ایک باکمال ادیب کے ساتھ ساتھ نہایت قادرالکلام شاعر بھی ہیں اور زیادہ تر اسی صنفِ سخن پر طبع آزمائی فرماتے ہیں، جس کے ماہرین ''تلامذۃ الرحمن'' کے لقب سے یاد کئے گئے ہیں۔

پروردگار عالم کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ آپ کو عمرِ خضر ونوح عطا فرمائے تاکہ آپ اسی طرح گیسوئے ادب کو سنوارتے رہیں اور اپنے علمی شہپاروں سے اہلِ علم کو فیضیاب کرتے رہیں۔

آمین

❁❁❁

(۳) مستند استاد

جناب مولانا ڈاکٹر محمد حسن رضوی

محترم بزرگ حضرت مولانا سید محمد باقر شمس صاحب دام مجدہ میرے والد بزگوار کے احباب میں سے ہیں۔ مستند استاد، کہنہ مشق ادیب، انصاف پسند اور بیباک ناقد، عظیم محقق، ذہین اور عمیق نگاہ رکھنے والے مورخ، صاحبِ اسلوب مصنف، فنِ شعر کی باریکیوں سے خوب اچھی طرح واقف، مانے ہوئے باکمال چابکدست مبصر، ادب اور معاشرت کی باریکیوں اور پیچیدگیوں پر مکمل طور پر پوری طرح قدرت رکھنے والے ماہر ادیب ہیں۔ لکھنے کا انداز اس قدر دلچسپ اور منطقی ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کے لئے سب سے بڑی دشواری یہ ہوتی ہے کہ وہ کتاب کو ختم کئے بغیر کیسے اپنی جان چھڑائے۔

میں نے آپ کی دو کتابیں بڑے شوق سے پڑھی ہیں۔ ''اسلام پر کیا گذری'' میں تاریخی مباحث وشواہد کو ایسے باکمال منطقی انداز سے پیش فرمایا ہے کہ پڑھنے والا لطف اندوز بھی ہوتا ہے اور اس کی نگاہوں کے سامنے سے حقائق پر ڈالا ہوا پردہ از خود اٹھتا ہوا چلا جاتا ہے۔ اس کو اچھی طرح سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اسلام کے خلاف کیا کیا سازشیں تیار کی گئیں، کیسی کیسی ریشہ دوانیاں کی گئیں اور اسلامی تعلیمات کو کس کس طرح، کس کس ڈھب اور کس کس نیت سے توڑ مروڑ کر اپنے ذاتی مفادات کے لحاظ سے پیش کیا گیا۔۔۔ ذاتی مفادات کو حاصل کرنے کے لئے کیسے کیسے جال پھیلا کر مقاصد حاصل کیے گئے اور اس کے نتائج تاریخ اور معاشرہ پر کیا پڑے۔

آپ کی دوسری کتاب لکھنؤ کی تہذیب پر ہے، جو بڑے دلچسپ، ماہرانہ اور ادیبانہ انداز میں لکھی گئی ہے، جس کو پڑھ کر لکھنؤ کی تہذیب کا پورا نقشہ اور وہاں کی ثقافت کے تمام پہلو اجاگر ہوجاتے ہیں۔ اہلِ ذوق اور اہلِ ادب کے لئے یہ کتاب معلومات کا بیش بہا ذخیرہ بھی ہے اور تحقیقات کی بنیاد بھی بن سکتی

ہے۔ دلچسپی میں تو اپنا جواب ہی نہیں رکھتی۔اس موضوع پر اتنی دلچسپ اور جامع کتاب میری نگاہ سے نہیں گزری۔

❁❁❁

(۴) منفرد مفکر

جناب ڈاکٹر محمد احسن فاروقی مرحوم

ڈاکٹر صاحب کو مولانا سے بڑی عقیدت تھی۔ مرحوم اگر زندہ ہوتے تو نہیں معلوم کیا کچھ لکھتے۔افسوس کہ وہ جوارِ رحمت میں جا چکے ہیں، جو کچھ وہ مولانا کے بارے میں لکھ چکے ہیں اس سب کو یکجا اور ایک مضمون کی صورت میں پیش کر کے ان کی کمی کو پورا کر دیا ہے۔ سرخی بھی انھیں کے ایک مضمون سے ماخوذ ہے۔

(مرتب)

سید محمد باقر شمسؔ صاحب ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوئے۔ان کا تعلق خاندانِ اجتہاد سے ہے۔ یہ خانوادہ یوں تو ہزاروں برسوں سے علم و دانش کا امین ہے۔لیکن پچھلے دو سو برسوں میں اس خاندان کے افراد نے تقریباً ایک لاکھ اوراق پر مشتمل منطق، حدیث، تفسیر، علم الاخلاق اور کتب ہائے مذہب حقہ کو تحریر کیا، جو سب کی سب طباعت کے زیور سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ یہ کتابیں اپنے نفس مضمون کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتی ہیں، اسی سبب اس خانوادہ کی شہرت نہ صرف برِصغیر بلکہ عراق اور ایران کے بھی علمی و ادبی حلقوں میں پھیل گئی۔نوابین اودھ کے دورِ حکومت میں اس خاندان کو اس قدر شرف و عزت حاصل تھی کہ بادشاہ خود اس گھرانے میں آتا تھا اور بادشاہ کی رسم تاجپوشی اس خانوادہ کے عالم کے ہاتھوں انجام پاتی تھی۔

یہ کتاب اور محمد باقر شمس کی دوسری کتب اپنے افکار اور اچھوتے پن کے لئے قابلِ ذکر ہیں۔ان کے والد مولانا سید سبطِ حسین مرحوم اپنے دور کے مشہور و معروف عالمِ دین گزرے ہیں اور ان کا شمار بڑے عالموں میں ہوتا ہے۔ان کی شہرت ہندوستان کی طرح عراق میں بھی علم و فضل کے سلسلہ میں بہت تھی۔عراق میں پہلے وہ طالب علم کی حیثیت سے کئی برس علم حاصل کرتے رہے اور درسِ خارجہ سے وابستہ رہے۔ مارچ ۱۹۵۲ء کے ''سرفراز'' کے شمارے میں مولانا کلب حسین صاحب نے ان کی عظمت کا اعتراف ان کی رحلت کے وقت کیا۔مولانا سبطِ حسین مرحوم کا انتقال جونپور میں ۱۹۵۲ء میں ہوا۔

سید محمد باقر شمس صاحب کو علم وراثت میں ملا۔ وہ بہت اچھے شاعر بھی ہیں اور ان کی غزلیں و نظمیں اردو ادب کے بہترین جرائد میں شائع ہوئی ہیں۔وہ بہت ممتاز نقاد بھی واقع ہوئے ہیں اور اردو ادب کے بہت سے گوشوں میں ان کی تنقید قابلِ قدر ہے۔ باوجود اس کے کہ موصوف علم کا سمندر ہیں، لیکن انکساری کچھ اس قدر ہے کہ وہ اکثر یہ کہتے ہوئے پائے جاتے ہیں کہ انھیں کچھ بھی نہیں آتا ہے۔ (ترجمۂ مقدمہ: ٹروفیس آف اسلام)

مولانا سید محمد باقر شمس صاحب کی ہستی سے علمی و ادبی طور پر مستفیض ہونے والوں میں میں اپنا شمار کر کے فخر کرتا ہوں۔ موصوف نے جو اضافے تاریخ علم دینیات اور ادب میں کئے ہیں، وہ سب کے لئے فیض رساں ہیں۔زیرِ نظر کتاب میں انھوں نے ایک ایسا کام انجام دیا ہے، جو ہماری تہذیب اور کلچر کی تاریخ میں اہم رہے گا۔لکھنؤ کا نام آتے ہی ہمارے سامنے ایک نہایت حسین و دلکش تہذیب کا نقشہ کھنچتا ہے نوابانِ اودھ کا جو بعد میں شاہان کہلائے۔اندرونی اور بیرونی جھگڑوں سے بری ہونے کی وجہ سے یہ دور عجیب امن کا دور تھا،جس میں وہ ساری تہذیب جو مسلمانوں کی آمد سے لیکر سلطنتِ مغلیہ کے زوال تک دہلی میں ارتقا کرتی رہی،لکھنؤ میں آ کر ایک خاصے نکھار پر پہنچی۔سرسید احمد خاں اور ان کے پیرووں نے اس تہذیب کو تخریب کا نام دیا،اس لئے اس کی طرف سے ایک تعصب قائم ہو گیا،جس کی بنا پر اس کی خوبیوں کی طرف عام لوگوں اور مورخوں نے دیکھنے سے انکار کیا شمس صاحب اس تہذیب کی زندہ تاریخ ہیں۔یہ ان کے خاندان اور ماحول کی چیز ہے اور انھوں نے اس کے حالات اس ہمدردی

کے ساتھ لکھے ہیں، جو اس کی خوبیوں کو نمایاں کرسکتی ہے۔اس کتاب کو پڑھ کر ہماری آنکھوں کے سامنے سے تعصب کی عینک اتر جاتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ سرزمین اودھ نے ایسے خوبصورت پھول لگائے تھے،جن کی دنیا کی ہر تہذیب خوشہ چیں ہوسکتی ہے۔

اس کتاب کی تعجب انگیز صفت اس کی وسعت اور گہرائی ہے ۔ یوں تو عام تاریخ کی طرح اس میں بھی بادشاہوں کے ناموں کی سرخیاں ہیں اور حالات انھیں کے ماتحت لائے گئے ہیں ،مگر بادشاہوں کے حالات سے زیادہ علمی ،ادبی ،مذہبی ، دستکارانہ ،سپاہیانہ سرگرمیوں کے حالات نہایت دلکش طریقہ پر بیان ہوئے ہیں ۔مصنف موصوف عالم اور علمائے دین کے خاندان سے ہیں ،مگر موسیقی اور اس کے سلسلہ کے وہ سب کارنامے جنھوں نے اودھ دربار کو راجا اندر کا اکھاڑا بنا دیا تھا،ان کی نظر میں ہیں اور وہ مختلف راگوں اور راگنیوں کے بیان میں بھی ویسی ہی وضاحت سے کام لیتے ہیں ،جیسی ادبی یا علمی امور کے بیان میں ۔ہم اس کتاب کو لکھنؤ کی انسائکلو پیڈیا کہہ سکتے ہیں اور اسی طرح استعمال کر سکتے ہیں۔

مولانا عبدالحلیم شرر نے بھی اس موضوع پر کافی لکھا ہے اور ان کے حوالے شمس صاحب نے دیے ہیں ،مگر شمس صاحب کی کتاب شرر صاحب کی تمام تصنیفات سے کہیں زیادہ وسیع ہے اور اسی لئے اسے لکھنوی تہذیب کا آخری نقطہ کہہ سکتے ہیں۔

کتاب کو پڑھنے سے بڑے بڑے انکشاف ہوتے ہیں اور عام معلومات کی صحت ہوتی ہے ۔مثلاً واجد علی شاہ اختر کا ہمارے ذہن میں انگریزوں کے پروپیگنڈے سے جو تصور بنتا ہے، وہ یہ ہے کہ وہ عیش پرستی میں ہر وقت محو تھے،عورتوں کے ساتھ ناچنے کے سوا ان کا کوئی کام نہ تھا۔شمس صاحب شرر کے حوالہ سے تصدیق کرتے ہیں۔

’’مٹیا برج کے واجد علی شاہ کو میں نے آنکھوں سے دیکھا ہے ۔ وہ اتقا، پرہیزگاری ،خداترسی اور خدا پرستی کی مجسم تصویر تھے۔‘‘

راجا درگا پرشاد کے حوالہ سے بتاتے ہیں:

’’ان کا سا کوئی بادشاہ علوم و فنون کی ایسی جامعیت کے ساتھ ہند کی سرزمین سے نہیں اٹھا اور اس فضل و کمال کے کسی فرمانروا نے ہندوستان کی فضا میں علم بادشاہی بلند نہیں کیا۔‘‘

اس کتاب کی گونا گوں خوبیوں میں سے چند ہی کی طرف اشارہ کافی ہے ۔کتاب آپ کے سامنے ہے ۔سب سے اہم بات ،جو علمی کتاب کی حیثیت سے اس کتاب سے ثابت ہوتی ہے، یہ ہے کہ لکھنؤ کی تہذیب کو خواہ مخواہ تخریبی کہا گیا۔اصل میں وہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تہذیب کا عروج تھی ۔اس تہذیب کے حسین ناصر نے لکھنؤ کو بھی ایک شعر بنا دیا تھا اور شاعری کے جو تجربے یہاں ہوئے وہ اردو ادب کے لئے دائمی طور پر اہم رہیں گے۔ (مقدمۂ تاریخِ لکھنؤ)

مولانا کی یہ بڑی خصوصیت ہے کہ ان کے مطالب اورینٹل ،ترتیب دلنشیں،تحریر شگفتہ ،زبان مستند و معیاری ہوتی ہے۔وہ ایک منفرد مفکر اور صاحب طرز انشا پرداز ہیں۔میں علمی و ادبی حیثیت سے ان سے مستفید ہونے والوں میں اپنا شمار کرکے فخر محسوس کرتا ہوں۔

(ماخوذ از لکھنؤ کی شاعری)

کربلا کے پاس

آنجہانی وشوناتھ پرساد ماتھر لکھنوی

ہے ابتدا کے پاس کوئی انتہا کے پاس
یوں تو ہر ایک کہتا ہے ہم ہیں خدا کے پاس
اب دیکھیں کس کو ملتی ہے وحدت کی جلوہ گاہ
کعبے کے پاس آپ ہیں ہم کربلا کے پاس

❁❁❁